تحریکِ اسلامی کے اخلاقی تقاضے

جناب سید اسعد گیلانی صاحب

اسلام خود ایک تحریک بن کر آیا تھا اور اسلامی دعوت کے ہر دور میں اس نے ایک تحریک کی مانند ہی کام کیا۔ آج بھی جب اسے غالب کرنے کا سوال سامنے آتا ہے تو درحقیقت وہ اسلام کو تحریک بنا کر از سرِ نو اُٹھانے، اُبھارنے اور پھر قوت کے ساتھ غالب کرنے کا سوال ہی ہوتا ہے اور اس سوال کا جواب ایک فعال اسلامی تحریک ہی ہوتی ہے۔

تحریک ایک مسلسل عمل

اسلام ایک نظامِ زندگی ہے اور کسی نظامِ زندگی کے غلبے کا تقاضا ہی یہ ہوتا ہے کہ اُسے غالب کرنے کے لیے ایک تحریک اُٹھائی جائے اور وہ تحریک اس کے غلبہ تک مسلسل اور پیہم حرکت میں رہے۔ وہ اپنے دامن میں نئے سے نئے افراد کو متنوع، اعلیٰ اور مختلف صلاحیتوں کے ساتھ سمیٹتی رہے، جو صلاحیتیں پھر وہ اس نظام کے غلبے کے لیے استعمال کریں اور جب تک اسلام کو کلی غلبہ حاصل نہ ہو جائے اُس وقت تک نہ تحریک دھیمی پڑے نہ جذبہ ٹھنڈا ہو، نہ نئے افراد کا آنا کم ہو، نہ پُرانے لوگوں میں جمود آئے اور نہ تحریک کے تو بہ تو پروگراموں اور پیش قدمیوں میں کوئی کمی واقع ہو۔ اس لیے کہ تحریک کے لیے تو بہ تو پروگرام بنانا اس کا آگے ہی آگے پیش قدمی کرنا۔ اس میں نئے آنے والوں کی تربیت کرکے انہیں اخلاقی اور علمی سطح پر تحریک کے معیار کے مطابق بنانا اور ان سے کام لینا ایک انتہائی ناگزیر

کام اور تحریک کی زندگی کی علامت ہے۔ اگر یہ کام ہو رہا ہو اور ہوتا رہے تو تحریک نہ صرف اس نظام کے غالب آنے تک مسلسل فعال، متحرک اور جاندار رہتی ہے بلکہ اس نظام کے غالب ہونے کے بعد بھی اس نظام کو اس کی اصلی صورت میں چلانے، اس کی مخالف قوتوں کو سرنگوں کرنے اور اس کے اندر پیدا ہونے والی خرابیوں کو رفع کرنے کا اہتمام جاری رہتا ہے جس سے ایک پائیدار نظام وجود میں آتا ہے۔

کسی تحریک کی یہ ایک بہت بڑی بدقسمتی ہوتی ہے کہ مقصد کے حصول سے اور نصب العین پر پہنچنے سے پہلے ہی وہ غیر فعال ہونے لگے اور اس کے ساتھ کام کرنے والے اعضاء مجروح اور اس کے اجتماعی ادارے تساہل کا شکار ہونے لگیں۔ تحریک ایک جوائنٹ سٹاک کمپنی کی مانند ہوتی ہے جس میں بے شمار افراد کا سرمایۂ حیات لگا ہوا ہوتا ہے اس کا نقصان کسی ایک فرد کا نقصان ہی نہیں تحریک سے وابستہ سارے افراد کا نقصان بلکہ اس معاشرے اور قوم کا اجتماعی نقصان ہوتا ہے اور یہ نقصان بھی دو نسلوں پر پھیلا ہوا ہوتا ہے اس لیے کسی تحریک کو ضرور کامیاب ہونا چاہیے ورنہ انسانی معاشرہ تحریک کی ناکامی کی صورت میں اس نقصان کا خمیازہ صدیوں تک بھگتتا رہتا ہے اور جو لوگ اپنی بے بصیرتی، کوتاہ اندیشی یا کوتاہ نہی سے اس کی ناکامی کا باعث بنے ہوتے ہیں۔ انسانیت کی تاریخ ایسے لوگوں کو ناقابلِ معافی مجرموں کی حیثیت سے اپنے چبوترے پہ مستقل لٹکا دیتی ہے۔ اس لیے کسی تحریک کا غیر فعال ہونا جو اس کی ناکامی کا ہی ایک رُخ اور اس کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ بہت بڑا اخلاقی اور تاریخی نقصان ہوتا ہے اور جو لوگ بھی اس نقصان کا باعث بنتے ہیں وہ عنداللہ اور عندالناس دونوں جگہ ضرور ہی قابلِ مواخذہ قرار پاتے ہیں۔

تعلق باللہ میں کمی | ایک اسلامی تحریک میں غیر فعالیت کے اسباب میں سب سے بڑا اور اولین سبب اجتماعی اور انفرادی سطح پر تعلق باللہ میں زبردست کمی کا واقع ہونا ہے۔ تعلق باللہ میں کمی کا مسئلہ محض اخلاقی پہلو ہی نہیں بلکہ زبردست تحریکی پہلو بھی رکھتا ہے۔ اقامتِ دین کا کام آخر کس کا کام ہے؟ اسلام جو دینِ حق ہے، اسے غالب کرنے

کا حکم آخر کون دیتا ہے۔ یہ دینِ حق پوری کائنات کا حقیقی بادشاہ کسے قرار دیتا ہے جس کے قوانین کا اجرا ضروری ہے؟ پھر اس کام کا اجر دینے والا کون ہے؟ کون اس کام میں مدد دینے والا ہے؟ ایک اسلامی تحریک کے لوگ سب مل کر کس کے لیے یہ کام کرتے ہیں اور کسے خوش کرنا چاہتے ہیں؟ معاملے کا یہ پہلو نہایت ہی اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"اللہ ضرور ہی ان کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے"۔

اللہ کی مدد کس کام میں۔ اللہ کا وہ کونسا کام ہے جس کے لیے وہ اپنے بندوں کو مدد کے لیے پکارتا ہے تاکہ انہیں آزمائے بھی اور اجر بھی دے اور اس ذریعے سے ان کی دُنیا کی زندگی میں معنی و مفہوم پیدا کرے۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا یہ کام اس کے دین کے غلبے کا ہی کام ہے۔ اور اس کام میں مدد کرنا گویا اس کے اپنے ارشاد کے مطابق اللہ کی مدد کرنا ہے۔ اس امر سے کون بے خبر ہے کہ اسلامی تحریک کا پلیٹ فارم اللہ کے اس کام کو ہی سرانجام دینے کے لیے قائم کیا جاتا ہے اور جو شخص اس کام میں کوتاہی کرتا ہے، اس سے پہلو تہی کرتا ہے اور عذر و معذرت اور بہانہ جوئی کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کے اس کام میں ہی بے سبب کوتاہیاں کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ اس کا تعلق اپنے رب کے ساتھ بہت کمزور ہو گیا ہے جسے مضبوط کرنے کا ذریعہ تسبیح و تہلیل سے کہیں زیادہ یہ ہے کہ وہ میدانِ عمل میں آکر اسلامی تحریک کا فعّال کارکن بنے اور اپنی آخرت کی زندگی میں رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے اپنی دُنیا کی زندگی میں رضائے الٰہی کے راستے پر گامزن ہو۔

یہ بات کہنا تو بہت آسان ہے کہ میرا سب کچھ اللہ ہی کے لیے ہے اور ایک مسلمان کے لیے تو یہ بات ایک روزمرہ کا معمول ہے لیکن

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

زبان سے کہنا اور واقعی یکسو ہو کر اپنا سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے وقف

کر دینا اور اس کے راستے میں لگا دینا اور اپنی زندگی کے لیے صرف قوت لایموت رکھ کر باقی سب کچھ رفاقتِ الٰہی کے حصول کے لیے اس کے کام پر نچھاور کر دینا ایمان باللہ کا حقیقی اور عملی مظاہرہ ہے اور یہ کام جس نسبت سے ہو اور کسی کی طرف سے جس درجے میں اس کا عملی مظاہرہ ہو اس کا اپنے اللہ سے تعلق اسی درجے میں مضبوط اور مستحکم ثابت ہو گا۔

اللہ کے کام کے لیے اُٹھنا اور پھر جانی و مالی اور جسمانی آزمائشوں کے سامنے آتے پر دائیں بائیں دیکھنا یہ اللہ کے جاں نثار بندوں کا کام نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ آزمائشوں کا دکھاوا بھی صرف بندے کے اجر میں اضافہ کرنے کے لیے ہی ہوتا ہے ورنہ یہ بار بار کا مشاہدہ ہے کہ بندے کے ظرف کو ناپ تول کر بلکہ اس سے بھی کم ہی آزمائش لائی جاتی ہے۔ اور اس دوران بھی اس کی دست گیری اور ثابت قدمی و استقامت کا اس طرح پورا پورا اہتمام کیا جاتا ہے جیسے ماں بچے کو انگلی پکڑ کر چلاتی ہے اور اگر وہ لڑکھڑاتا ہے تو اُسے اپنی گود میں اُٹھا لیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"یقیناً ان لوگوں پر جنھوں نے کہا کہ ہمارا رب تو اللہ ہے اور پھر اس قول پر پوری طرح جمے رہے، فرشتے یہ پیام لے کر اُترتے ہیں کہ نہ تمھیں کسی شے کا ڈر ہونا چاہیے اور نہ کسی چیز کا غم ہونا چاہیے اور اس جنت پر خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا رہا ہے"۔

اس تعلق کو قائم کرنے کے بعد اُسے مضبوط بنانے اور مستحکم تر کرنے کے لیے ایک بیدار و باشعور اور حساس ایمان کی ضرورت ہے جو اللہ کے احسانات کا شعوری احساس رکھتا ہو۔ اُسے اللہ کی صفات الوہیت و ربوبیت کا ہمہ پہلو ادراک ہو اور اپنی کوتاہیوں کے مقابلے میں اس کی رحمتوں اور نوازشوں کی وسعتوں کا تصور کر کے وہ پانی پانی ہو جائے۔ اور اس کے احسانات کے بوجھ تلے اپنا رونگٹا رونگٹا دبا ہوا محسوس کرے۔ یہ احساس و شعور مطالعہ قرآن و حدیث اور فرائض کے ساتھ نفل

عبادات کے اہتمام سے ہی پیدا ہوتا ہے۔

مایوسی اور قنوطیت تحریک میں جوش و خروش کے ساتھ شمولیت کے بعد بتدریج جوش ٹھنڈا پڑتے چلے جانے کا ایک سبب مایوسی اور قنوطیت بھی ہوتی ہے یعنی اس کام کی دنیوی کامیابی کی طرف سے مایوسی اور اس مایوسی کے سبب قدرتی عمل میں تدریجی اضمحلال اور افسردگی۔ یہ صورتِ حال انسان کے ارادے کی کمزوری کا نشان ہوتی ہے۔ یہ شخص جس عزم کے ساتھ تحریک میں آیا تھا۔ اب وقت کے بوجھ، کام کے یکساں تسلسل اور منزل کی دوری نے اسے تسکان سے دوچار کر دیا ہے۔ اور اب اس کے لیے اسی جذبہ و شوق کے ساتھ آگے بڑھنا مشکل ہو گیا ہے وہ اس راستے پر چلنے چلے جانے کو عبث سمجھنے لگتا ہے جس راستے پر اسے منزل کا نشان دور دور تک نظر نہیں آتا۔ اور غلبۂ اسلام کی جو منزل اس نے اپنے ذہن میں رکھی تھی، اس کی دوری کے سبب اس کے قدم سست پڑنے لگتے ہیں۔ مولانا مودودیؒ نے اپنے ایک مضمون میں اس کیفیت کا بہت خوبی سے تجزیہ کیا ہے۔

فرماتے ہیں:

> "انسان ایک تحریک کی دعوت سن کر اسے صدقِ دل سے لبیک کہتا ہے اور اوّل اوّل خاصا جوش دکھاتا ہے۔ مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی دلچسپی کم ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اسے نہ اس مقصد سے حقیقی لگاؤ باقی رہتا ہے جس کی خدمت کے لیے وہ آگے بڑھا تھا اور نہ اس جماعت کے ساتھ کوئی عملی وابستگی باقی رہتی ہے جس میں وہ دلی رغبت کے ساتھ شامل ہوا تھا۔ اس کا دماغ بدستور ان دلائل پر مطمئن رہتا ہے جن کی بنا پر اس نے تحریک کو برحق مانا تھا۔ اس کی زبان بدستور اس کے برحق ہونے کا اقرار کرتی رہتی ہے۔ اس کے دل کی بشارت بھی یہی رہتی ہے کہ یہ کام کرنے کا ہے اور ضرور ہونا چاہیے، لیکن اس کے جذبات

نہایت سرد پڑ جاتے ہیں اور قوت عمل کی حرکت سست ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس میں کسی بدنیتی کا ذرہ برابر بھی دخل نہیں ہوتا۔ مقصد سے انحراف بھی نہیں ہوتا۔ نظریے کی تبدیلی بھی قطعاً واقع نہیں ہوتی، کسی وجہ سے آدمی جماعت کو چھوڑنے کا خیال بھی نہیں کرتا۔ مگر بس وہ ارادے کی کمزوری ہوتی ہے جو ابتدائی جوش ٹھنڈا ہو جانے کے بعد مختلف شکلوں میں اپنے کرشمے دکھانا شروع کر دیتی ہے۔"

اور ارادے کی اس کمزوری کے پیچھے بالعموم وہ مایوسی اور قنوطیت بھی ہوتی ہے جو مختلف اسباب کی وجہ سے دل میں گھر کرتی ہے۔ مایوسی اور قنوطیت شیطان کا وہ حربہ ہے جو سیدھا دل پر وار کرتا ہے اور انسان کی قوتِ عمل اور جوشِ کردار کو معطل کر کے رکھ دیتا ہے۔ ابلیس جو مایوسی کا نشان ہے، اگر مومن کو بُرائی کے راستے پر نہیں لے جا سکتا تو اسے نیکی کے راستے پر پُرجوش تگ و دو سے روک دیتا ہے یہی اس کی بہت بڑی کامیابی ہوتی ہے کہ اس کے مایوسی کے وار سے راہ حق میں لڑنے والی فوج کا ایک سپاہی زخمی ہو جائے اور دین کے محاذ پر معطل ہو کر کاروبارِ دنیا میں کھو جائے۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ مایوسی کس سے ہے؟ اگر یہ کام خدا کا ہے تو کیا اس کے اجر سے مایوسی ہے یا اس کی ہمہ پہلو قدرت اور تقدیر کی ہمہ گیری سے مایوسی ہے؟ کیا اس کے انصاف و عدل سے مایوسی ہے؟ کیا اس کی پلاننگ اور اس کی مشیت سے مایوسی ہے؟ کیا اپنے کیے ہوئے کام کی قدر افزائی اور اس کی کما حقہٗ انجام دہی پر انعام و اجر کی طرف سے مایوسی ہے؟ سوچ کر بتایا جائے کہ آخر یہ مایوسی کس چیز کی ہے؟ کیا دینِ اسلام کا غلبہ کوئی ٹھیکے کا کام ہے؟ جس کی عدم تکمیل پر پورا معاوضہ نہ ملنے کا خطرہ ہے یا یہ کسی کم استطاعت رکھنے والے مالک کا کام ہے، جو شاید حسب حیثیت کارکردگی کا معاوضہ دینے سے قاصر ہے؟ یہ مایوسی ایک بے دلیل، بے سبب، بے معنی، قلبی انحطاط و جمود کا نام ہے۔ ایک ایسی مایوسی اور

قنوطیت کی کیفیت جو صرف شیطان کی کارستانی سے ہی وجود میں آسکتی ہے اور جس پر ایک مردِ مومن کو لاحول پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے راستے پر آگے بڑھ جانا چاہیے۔

قرآن کے نشان کردہ عوامل اضمحلال وانحطاط قرآن نے بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں رکاوٹوں اور اس کے دین کے لیے جدوجہد کے راستے سے روکنے والے عوامل اور اسبابِ جمود کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ان کا الگ الگ نام لے کر نشان دہی کی ہے۔ فرمایا ہے: ترجمہ:

ترجمہ: "اے نبیؐ! کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں اور تمہارے عزیز و اقارب اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمالیے ہیں اور تمہارے کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے اور تمہارے وہ گھر جو تم کو بہت پسند ہیں، تم کو اللہ اور رسولؐ اور اس کی راہ کی جدوجہد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ تمہارے سامنے آجائے اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کرتا۔"

یہ ہیں وہ عوامل جو اللہ کی راہ میں اُٹھنے والی اسلامی تحریک کے ساتھ وابستہ ہونے کے بعد ایک مردِ مومن کی کمر کا بوجھ اس کے ہاتھوں کی ہتھکڑی، اس کے پاؤں کی بیڑی اور اس کے نصب العین کے راستے میں بادِ گراں بننے کا سامان اپنے اندر رکھتے ہیں۔

۱۔ رشتہ و ناطہ = (باپ، بیٹے، بھائی، بیویاں، و دیگر عزیز و اقارب)

۲۔ مال و دولت = (جو انسان نے کمایا ہے)

۳۔ کاروبار و تجارت = (اپنی عدم توجہی سے ان کے ماند پڑنے کا ڈر۔

۴۔ پُر تکلف رہائش گاہیں = (جو انسان کو بہت پسند ہوتی ہیں)۔

یہ وہ چار چیزیں ہیں جو انسان کو شعور کے ساتھ کسی اسلامی تحریک کا کارکن بننے کے بعد بھی اپنے اندر مبتلا کر کے اسے اضمحلال کا شکار کر دیتی ہیں۔ (باقی)